بھی تھیں جن کا دودھ وہ اور ان کے گھر والے پیتے تھے۔ جاگیروں[1]، ٹیلے، کھجور اور غنیمت کے سہام نیز رسول اللہ کے عطیات کے علاوہ ابوبکر صدیق کی آمدنی کا ایک پر منفعت ذریعہ کپڑے کی تجارت تھا، اس بات کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں کہ ان تمام ذرائع سے ان کی سالانہ آمدنی کا اوسط کیا تھا لیکن اتنا ظاہر ہے کہ ان کے ذریعے ابوبکر صدیق ایک پر آرام اور مرفہ الحال زندگی بسر کرنے پر قادر تھے۔

خلیفہ ہو کر ابوبکر صدیق کی مصروفیتیں اتنی بڑھیں کہ انھیں تجارت چھوڑنا پڑی اور سارا وقت خلافت کی ڈگمگاتی کشتی کو سنبھالنے اور اسے طوفان حوادث سے نکالنے پر صرف کرنا پڑا۔ تجارت سے بند ہونے والی آمدنی کی تلافی انھوں نے خزانے سے معاوضہ لے کر کی۔ ام المومنین عائشہ: ابوبکر صدیق نے خلیفہ ہو کر کہا: میری قوم (قریش) جانتی ہے کہ میں تجارت سے اتنا کما لیتا ہوں جو میرے بال بچوں کی ضرورت کے لئے کافی ہوتا ہے لیکن خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد اب میں تجارت نہیں جاری رکھ سکتا، اس لئے میرے بال بچے خزانے سے خرچ کریں گے اور میں مسلمانوں کی خوشحالی کے لئے اپنی صلاحیتیں کام میں لاؤں گا۔ لما استخلف أبوبکر قال: قد علم قومی أن حرفتی لم تکن لتعجز عن مئونة أهلی وقد شغلت بأمر المسلمین فسیأکل آل أبی بکر من هذا المال واحترف فیه للمسلمین۔

حمید بن ہلال بصری: جب ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو صحابہ نے ایک دوسرے سے کہا: خلیفہ رسول اللہ کے لئے اتنی تنخواہ مقرر کر دیجئے جو ان کو معاش کی طرف سے بے فکر کر دے۔

صحابہ: بے شک، ان کو دو چادریں ملنی چاہئیں جن کو پرانا ہونے پر وہ بدل لیا کریں، سفر کے لئے سواری ملنی چاہیئے اور بال بچوں کی اتنی ضروریات جتنی خلافت سے پہلے انھیں درکار تھیں۔ لما ولی أبو بکر قال أصحاب رسول الله: افرضوا لخلیفة رسول الله ما یغنیه، قالوا:

---

[1] سنن کبریٰ ۱۰/۱۸۵ و ابن سعد ۳/۱۸۵ و طبری ۴/۵۴۔

نعم بُردا، إذا أخلقها وضعها وأخذ مثلها وظهره إذا سافر ونفقته على أهله كما كان يُنفق قبل أن يستخلف۔[1]

نقد، کپڑے اور خوراک کے علاوہ جو ابوبکر صدیق حسب ضرورت لیتے تھے، ان کے تصرف میں بیت المال کی دو اونٹنیاں، ایک غلام، ایک کنیز اور ایک مخملی چادر (قطیفہ) بھی بتائی گئی ہے۔ اونٹنیوں کے دودھ سے ملاقاتیوں کی خاطر مدارات کی جاتی تھی، غلام اونٹنیوں کی دیکھ بھال کرتا تھا، کنیز ان کے بچے محمد کو اپنا دودھ پلاتی تھی[2] اور مخملی چادر وہ غالباً رسمی ملاقات کے موقع پر اوڑھتے تھے۔

(باقی)

---

[1] ابن سعد ۳/۱۸۴۔ [2] ایضاً ۳/۱۹۴ وطبری ۴/۵۴۔

تصحیح مارگلہ نومبر دسمبر ۱۹۶۹ء

مطبوعہ	صحیح	صفحہ	سطر	مطبوعہ	صحیح	صفحہ	سطر
زبیر	زبید	۳۱۴	۵	کاہے	کا "ہائے"	۳۳۱	۱
قادر حسب رضا کی مدد کے	قادر حسب رضا کے توسط	۳۱۷	۴	جوڑ	جو "ر"	۳۳۴	۱۴
ترد	تردّد	۳۱۷	۹	براو	برو	۳۳۴	۱۱
شجاعت	شجاعت خاں	۳۱۸	۹	ہر	ہ	۳۳۷	۱۶
۱۸۵۶ء	۱۵۸۶ء	۳۱۹	۱۱	زبیر	زبید	۳۳۸	۱۳
کی	کے	۳۱۹	۱۶				

نوٹ: کتبات میں صفحات ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، اور ۴۰۹ پر ایک مصرعہ کے نیچے دوسرا مصرعہ ہونا چاہئے۔ اور نیچے کی نثری عبارت میں خلف رہ گیا ہے جو یوں مسطور ہے۔

ناصیہ مہوش ہندوستان
باہتمام میرزا محمد زمان ولد لطف اللہ خلف
احمد معمار و جوگیداس و مشرف
وویالداس تحویلدار در ۱۰۸۳ھ
مرتب شد

بیمہ کی حقیقت و شرعی حیثیت

(۴)

از مولانا محمد تقی امینی صاحب ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

بیمہ کے بارے میں مجلس تحقیقات شرعیہ کا فیصلہ

ہندوستان میں ابھی بیمہ جیسے مسائل میں بحث و تحقیق کا ذوق نہیں پیدا ہوا عرصہ کی جد و جہد کے بعد ۱۹۶۳ء میں مجلس تحقیقات شرعیہ کے نام سے لکھنؤ میں ایک مجلس قائم ہوئی تھی جس نے سب سے پہلے بیمہ کو بحث و تحقیق کا موضوع بنایا تھا۔ اس مجلس نے دسمبر ۱۹۶۵ء میں بیمہ کے بارے میں جو فیصلہ کیا درج ذیل ہے:

"انشورنس کا مسئلہ شریعت کے شعبۂ معاملات سے تعلق رکھتا ہے معاملات میں ہمیشہ دو فریق ہوتے ہیں اس لئے اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اول۔ دونوں فریق مسلمان ہوں اس لئے معاملات کی جو شکلیں شریعت اسلامیہ نے مقرر فرمائی ہیں ان کے علاوہ کسی شکل کا اختیار کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

دوم۔ ایک فریق مسلمان اور دوسرا غیر مسلم ہو۔

صورت دوم کی دو شکلیں نکلتی ہیں:

(الف) معاملہ کی شکل مقرر کرنا مسلمان کے اختیار میں ہو اس کا حکم بھی وہی ہے جو صورت اولیٰ کا ہے

(ب) معاملہ کی شکل مقرر کرنا مسلمان کے اختیار میں نہ ہو۔

صورت ثانیہ کی شکل (ب) میں وقت ضرورت اسلام کے بعض جلیل القدر ائمہ

فقہار کے قول کی بنار پر شرعاً اس کی گنجائش نکلتی ہے کہ مسلمان کچھ قیود و شرائط کے ساتھ اس نوع کے معاملات میں حصہ لے سکیں۔ انشورنس کا مسئلہ بھی مجلس کے نزدیک اسی شکل کے تحت داخل ہے مجلس یہ رائے رکھتی ہے کہ اگرچہ انشورنس کی سب شکلوں کے لئے ربوا و قمار لازم ہے اور ایک کلمہ گو کے لئے ہر حال میں اسلامی اصول پر قائم رہنے کی کوشش کرنا ہی واجب ہے لیکن جان و مال کے تحفظ و بقا کا جو مقام شریعت اسلامیہ میں ہے مجلس اسے ہی وزن دیتی ہے۔ نیز مجلس اس صورت حال سے بھی صرف نظر نہیں کر سکتی کہ موجودہ دور میں نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی راستوں سے "انشورنس" انسانی زندگی میں اس طرح دخیل ہو گیا ہے کہ اس کے بغیر اجتماعی اور کاروباری زندگی میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں اور جان و مال کے تحفظ کے لئے بھی بعض حالات میں اس سے مفر ممکن نہیں ہوتا اس لئے ضرورت شدیدہ کے پیش نظر اگر کوئی شخص اپنی یا اپنے مال یا اپنی جائداد کا بیمہ کرائے تو مذکورہ بالا ائمہ کرام کے قول کی بنار پر شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

تنبیہ : اوپر کی عبارت میں لفظ ضرورت شدیدہ سے مراد یہ ہے کہ جان یا اہل و عیال یا مال کے ناقابل برداشت نقصان کا اندیشہ قوی ہو۔

ضرورت شدیدہ موجود ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ مجلس کے نزدیک مبتلیٰ بہ کی رائے پر منحصر ہے جو خود کو عند اللہ جواب دہ سمجھ کر علمار کے مشورہ سے قائم کرے[1]"

ملیشیا کانفرنس کی قرارداد

سب سے قریب العہد ۱۹۶۹ء میں ملائشیا کانفرنس ہے جس میں بیمہ کے مسئلہ پر غور و خوض کیا گیا۔

اس کانفرنس میں لیبیا، صومالیہ اور متحدہ عرب جمہوریہ کے نمائندوں نے اسلامی تعلیمات کی

---

[1] تعمیر حیات - ۲۵ دسمبر ۱۹۶۵ء

کی روشنی میں بیمہ کو ناجائز کہا۔

ایرانی نمائندہ نے بیمہ کی موافقت میں تقریر کی اور کہا کہ یہ ایسا اقتصادی عمل ہے جس کی اسلامی تعلیمات میں گنجائش نکلتی ہے۔

سوڈانی نمائندہ نے بیمہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

(۱) امداد باہمی کا بیمہ جائز ہے

(۲) قسطوں کا بیمہ ناجائز ہے

سعودی نمائندہ نے بیمہ کے نظریہ کو مبہم اور کمپنی کی شکل کو دشواری کا سبب بتایا اور کہا کہ اگر مقصد امداد دینا ہو تو جائز ہے اور نفع کمانا مقصد ہو تو ناجائز ہے۔

پھر مسلم حکومتوں پر زور دیا کہ ان کو ہر قسم کے بیمہ کو امداد باہمی کی بنیاد پر چلانا چاہئے۔

ہندوستانی نمائندہ نے کہا کہ بیمہ کے خلاف اگرچہ کوئی واضح حکم موجود نہیں ہے لیکن جوے کے خلاف واضح حکم موجود ہے اس بنا پر بعض لوگ بیمہ کو جوے ہی کی طرح کی چیز سمجھ کر ناجائز کہتے ہیں۔

بالآخر بیمہ سے متعلق ایک کمیٹی بنادی گئی جس نے درج ذیل قرارداد پاس کی۔

(۱) کمیٹی غور وخوض کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی کہ بیمہ کا مقصد اگر استحصال اور اس میں سود کا عنصر شامل ہو تو اسلامی قانون کی روشنی میں حرام ہے۔

(۲) موجودہ دور میں بیمہ کی اہمیت کے پیش نظر اگر یہ کاروبار امداد باہمی کی بنیاد پر کیا جائے تو حلال ہے۔

(الف) بیمہ کا کاروبار جو کسی خاص کاروبار تک محدود ہو کچھ افراد مل کر امداد باہمی کی بنیاد پر کر سکتے ہیں۔

(ب) بیمہ کا کاروبار جو کسی خاص کاروبار تک محدود نہ ہو حکومت امداد باہمی کی بنیاد پر کر سکتی ہے۔

(ج) مسلم ملکوں کے درمیان بین الاقوامی سطح پر امداد باہمی کی بنیاد پر بیمہ کی امکانی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیئے۔ یہ یقینی ہونا چاہیئے کہ مذکورہ بالا نوعیت کی بیمہ پالیسی پر جو پریمیم ادا کیا جائے وہ اس وقت تک ناقابل واپسی ہو جب تک اس پر کلیم نہ واجب ہو جائے۔

(۳) بین الاقوامی تجارت اور ادائیگیوں کے پیش نظر بین الاقوامی بیمہ کی موجودہ شکل کو مباح سمجھا جا سکتا ہے۔

اس قرارداد کی حیثیت فتویٰ کی نہیں بلکہ سفارش کی ہے[1]

مذکورہ تفصیلات کے لحاظ سے بیمہ کی "شرعی حیثیت" کے بارے میں علماء کے چار گروہ ہیں:-

(۱) وہ جو بیمہ کی ہر قسم کو حرام و ناجائز کہتا ہے اس کے نزدیک اموال کے بیمہ میں جوا و رہن پایا جاتا ہے اور زندگی کے بیمہ میں قضا و قدر سے مقابلہ پایا جاتا ہے۔

(۲) وہ جو بیمہ کے بارے میں متردد ہے حالات کے دباؤ سے کبھی بعض صورتوں کو جائز اور پھر ناجائز کہتا ہے۔

(۳) وہ جو بیع و اجارہ جیسا معاملہ قرار دے کر بیمہ کی تمام شکلوں کو جائز کہتا اور ان میں خلاف شرع باتوں (سود وغیرہ) کو ناجائز کہتا ہے۔

(۴) وہ جو تمام شکلوں کو جائز کہتا یہاں تک کہ سود کو بھی (بیمہ میں) تجارتی نفع قرار دے کر حلال کہتا ہے۔

بیمہ کی ابتدائی تاریخ ذیل میں بیمہ کی ابتدائی تاریخ ذکر کی جاتی ہے تاکہ اس کی اصل غرض واضح ہو۔ بیمہ کی ابتداء کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے بعض کی رائے ہے کہ مسلمانوں نے اس کی بنیاد رکھی اور بعض کا خیال ہے کہ یورپینوں نے اس کی ابتداء کی ہے چنانچہ منشی

---

[1] البلاغ بمبئی، جولائی وستمبر ۱۹۶۹ء

سوجان رائے نے عہد عالمگیر کے حالات میں لکھا ہے :

"سوداگر سڑکوں اور راستوں کی خطرناکی کے باعث اپنا مال ان مہاجنوں (جو نہایت دیانتدار ہوتے تھے) کے سپرد کر دیتے ہیں اور دوسرے مقام پر پہنچ کر بعینہٖ وصول کر لیتے ہیں۔ اس خدمت کی کچھ اجرت ادا کر دی جاتی ہے اور اس کو 'بیمہ' کہتے ہیں۔"[1]

بعض مؤرخین کی رائے کے مطابق مسلمانوں نے اس کی ابتدا کی ہے اور "ڈریپر" DRAPER نے لکھا ہے کہ

"اسپین کے مسلمانوں نے بحری تجارت کی حفاظت و ترقی کے لئے بیمۂ بحری ایجاد کیا تھا۔"[2]

۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء کو سود مند کانفرنس دہلی نے "بیمہ" کے بارے میں ایک تجویز منظور کی تھی جس میں یہ الفاظ بھی تھے :

"یہ بحری بیمہ مسلمانوں ہی کی ایجاد ہے جبکہ وہ اسپین میں حکمران تھے۔"[3]

کئی سال ہوئے پاکستان (پنجاب) سے ایک کتاب "بیمہ اور اسلام" کے نام سے شائع ہوئی تھی جس میں یہ عبارت درج ہے :

"یورپین محققین نے بالاتفاق (بالاتفاق کی بات صحیح نہیں معلوم ہوتی) اس امر کا اعتراف کیا کہ مسلمانان اسپین نے تجارت کے تحفظ و انتقلر

---

[1] خلاصۃ التواریخ و مسلم ثقافت ص ۶۹۸

[2] قوائے عقلی کی ترقی کی تاریخ

[3] مسئلۂ سود اور مسلمانوں کا مستقبل ص ۸

کے لئے بحری بیمہ کی بنا رکھی[۱]۔"

پھر اس کے بعد ہے:

"یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ بیمہ مسلمانوں ہی کی ایجاد ہے یہ وہ حقیقت ہے جس پر تاریخ شاہد ہے۔ جس وقت مسلمان ایک تجارتی قوم کی حیثیت سے اقوام عالم میں سربلند تھے اس وقت بیمۂ بحری "MARINE INSURANCE" رائج تھا اور زمانیہ (غالباً ضمانیہ ضمانت وکفالت کے معنی میں) کے نام سے موسوم ہوا، جوں جوں مسلمانوں میں شہنشاہیت بڑھتی گئی یہ کام بلقانی یہودیوں نے اپنے قبضہ میں لیا اور جوں ہی مسلمانوں نے قسطنطنیہ سے آگے قدم بڑھائے وہ لوگ جنوبی یورپ چھوڑ کر شمال کی جانب روانہ ہوئے اور ان ہی لوگوں نے انگلستان پہونچ کر وہاں بیمہ کا کام رائج کیا جو بعد میں "LLAYDS"[ع] کے نام سے مشہور ہوا[۲]۔"

مسلم ممالک کی پہلی معاشی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے گورنر جنرل غلام محمد نے کہا تھا۔

"ممکن ہے بہت سے لوگ اس سے واقف نہ ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے یورپیوں سے صدیوں پہلے اسلامی اصولوں کے مطابق جہاز رانی کا بیمہ شروع کیا تھا[۳]۔"

[۱و۲] بیمہ اور اسلام ص ۸ و ۵۷ از اسلام کے معاشی نظریے ج ۲ ب ۷

[۳] الہدیٰ حیدرآباد ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء بحوالہ اردو ڈان پاکستان

[ع] "Lloyd" کے کئی معنی آتے ہیں۔ مثلاً

(۱) بحری بیمہ کرنے والوں کی سوسائٹی۔

(۲) "رجسٹر" جس میں جہازوں سے متعلق چیزوں کا سالانہ اندراج ابجد کے لحاظ سے ہوتا تھا۔

(۳) "ایڈورڈ لائڈز" جس نے ۱۶۸۸ء (لندن) میں ایک کافی ہاؤس کھولا تھا جو ملاحوں اور بحری بیمہ کرنے والوں کے لئے تفریحی مقام تھا۔

(آکسفورڈ شارٹر ڈکشنری)

> بعض کی رائے کے مطابق اٹلی کے تاجروں نے اس کی ابتدا کی ہے

دوسری رائے کے مطابق بیمہ کی ابتدائی تاریخ کے دو حصے ہیں۔
(الف) اس کی ابتدا اٹلی کے تاجروں سے ہوئی۔

چنانچہ چودھویں صدی عیسوی (۱۳۴۷ء) میں اٹلی کے (بندوق کے) تاجروں نے طے کیا کہ جس تاجر کو کوئی حادثہ پیش آجائے یا اس کا مال سمندر میں ضائع ہو جائے تو ہم سب ملکر اس کی یا اس کے خاندان کی مالی مدد کریں گے اس معاہدہ کے مطابق وقتی امداد کی یہ صورت ایک عرصہ تک قائم رہی لیکن اس میں اتنی گنجائش نہ ہوتی تھی کہ تاجر کو کثیر رقم دے کر اس کی تجارت بحال کی جاتی جبکہ بسا اوقات زیادہ نقصان کی وجہ سے تجارت کی بحالی کے لئے کثیر رقم کے بغیر چارہ نہ ہوتا تھا۔ اس دشواری پر قابو پانے کے لئے تاجروں نے مستقل فنڈ قائم کرنے کی تجویز پر عمل کیا جس میں ہر شخص ماہوار یا تجارتی سفر کے ختم پر ایک مخصوص رقم جمع کرتا اور حادثہ پیش آنے کے وقت جمع شدہ رقم سے مدد کی جاتی تھی۔

پھر اس کے بعد ترقی ہوئی تو تاجروں کے ساتھ جہاز کے کپتان کو بھی مدد میں شامل کر لیا گیا یعنی اگر کپتان" جہاز کے ساتھ طوفان کی زد میں آجاتا یا وہ بحری ڈاکوؤں کے ہاتھ قتل کر دیا جاتا تو اس فنڈ سے اس کے اہل وعیال کی بھی مدد کی جاتی تھی۔

پھر جب اور زیادہ ترقی ہوئی تو جہاز میں سفر کرنے والے مسافروں کو بھی حادثاتی مدد میں شامل کیا جانے لگا چنانچہ اس کے لئے خاص طور سے اصل کرایہ سے کچھ زائد رقم وصول کی جاتی اور حادثہ پیش آنے کی صورت میں اس کے ذریعہ ورثار کی مدد کی جاتی تھی۔

> بیمہ کے لئے پہلا ضابطہ قوانین اوامر برسلونہ کے نام سے وضع کیا گیا

جہاز کے مسافروں کے شامل ہونے کے بعد بیمہ کے نظام میں وسعت ہوئی اور اس کو منظم شکل دینے کے لئے قانون وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ اوامر برسلونہ "ORDINA NCEDBARCELONA" کے نام سے ۱۳۳۶ء، ۱۴۵۸ء، ۱۴۶۱ء اور ۱۴۸۴ء میں ضابطہ قوانین ترتیب دئے گئے۔ نیز "ہالینڈ" میں کچھ لوگوں (جن کے مفاد جہازوں کی تباہی سے متاثر ہوتے تھے) نے ملکر اس سسٹم کو رواج دیا

جس کو گارنٹی ایسوسی ایشن "GUARANTEE ASSOCIATION" کہتے ہیں۔ اس میں شرکار حصہ دار کو حصہ رسد ادا کر کے نقصان کے وقت اس کو بحال رکھتے تھے۔

بعض کی رائے کے مطابق انگلستان سے اس کی ابتدا ہوئی ہے

(ب) اس کی ابتدار انگلستان سے ہوئی۔ چنانچہ پہلے اس کے ذریعہ متوفی کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا گیا پھر بیوہ اور یتیموں کی کفالت کا انتظام ہوا، اس کے بعد ۱۵۸۳ء میں متوفی کے قرض کی ادائیگی کے لئے ایک مختصر نظام بیمہ کا رواج ہوا پھر اٹھارویں صدی (۱۸۷۰ء) میں بیمہ زندگی کو منظم شکل دینے کے لئے "لائف انشورنس ایکٹ" "LIFE INSURANCE ACT" وضع کیا گیا۔

اس لحاظ سے بیمہ اموال (خشکی میں) کا رواج بیمہ زندگی کے بعد ہوا جس کا ابتدائی سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ لندن میں (۱۶۶۶ء) میں ایک زبردست آگ لگی جس سے چار دن تک اموال و جائداد کا نقصان ہوتا رہا (نقصان کا اندازہ تقریباً ایک کروڑ اشرفی ہے) اُس کے بعد لوگوں کو تلافی نقصان کا خیال ہوا اور بیمہ اموال کی بنیاد پڑی۔

۱۹۱۱ء میں سماجی بیمہ سے متعلق لائڈ جارج کی تجویز

پھر ۱۹۱۱ء میں بیمہ کو زیادہ مفید و عام بنانے کے لئے "لائڈ جارج" نے انگلستان میں سماجی بیمہ کی تجویز پیش کی جس کے دو حصے تھے۔

(الف) تندرستی کا بیمہ۔ اس میں بیماری، معذوری (ہاتھ پاؤں وغیرہ کٹ جانے کی وجہ سے) اور زچگی کے زمانہ میں مالی مدد کی جاتی تھی۔

(ب) بے روزگاری کا بیمہ۔ اس میں کچھ خاص تاجروں کو بے روزگاری کے زمانہ میں مالی مدد ملتی تھی۔

ہر ترقی یافتہ ملک میں سماجی بیمہ کا رواج

اس کے بعد سماجی بیمہ کو ترقی دینے کے لئے اقتصادی بورڈ کی جانب سے سماجی تحفظات کے تحت مختلف قسم کی جامع تجویزیں پیش ہوتی رہیں بالآخر برطانوی پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ضعیفی، بیماری، بے روزگاری اور حادثات کی وجہ سے نقصان کی تلافی کے لئے تمام مزدوروں اور کاریگروں کا بیمہ کرایا جائے۔

برطانیہ کے بعد دوسرے ملکوں میں سماجی بیمہ کے سلسلہ میں مختلف اقدامات کئے گئے اور اب تقریباً ہر ترقی یافتہ ملک امریکہ، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، کناڈا، جرمنی، فرانس اور روس وغیرہ میں محدود و غیر محدود طریقہ پر حکومت کی طرف سے سماجی تحفظات کے تحت اس بیمہ کا انتظام ہے جس کی کسی قدر تفصیل یہ ہے:

سماجی بیمہ کی ضروری تفصیل

جن حالات میں انسان روزی کمانے سے قاصر رہتا اور اس کو سماجی تحفظات کی ضرورت ہوتی ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) بیماری

(۲) زچگی

(۳) صنعتی حادثات

(۴) بے روزگاری

(۵) ضعیفی

(۶) معذوری (ہاتھ پاؤں وغیرہ کٹ جانے کی وجہ سے)

(۷) روزی کمانے والے کی موت "DETH OF THE BREADWINNER" وغیرہ۔

ان سب کو سماجی احتیاجات "SOCIAL CONTINGENCY" کہتے ہیں جن میں تحفظات کے دو طریقے رائج ہیں:

(۱) سماجی اعانت اور

(۲) سماجی بیمہ

سماجی اعانت و سماجی بیمہ

(۱) سماجی اعانت میں تنہا حکومت متاثر لوگوں کی مدد کرتی یعنی گذر بسر اور طبی امداد وغیرہ کا خود بندوبست کرتی ہے، یہ اعانت ان غرباء کے لئے خاص ہوتی ہے جن میں رقم جمع کرنے کی سکت نہیں ہوتی۔

(۲) سماجی بیمہ میں ایک فنڈ قائم کیا جاتا ہے جس سے بیمہ دار کی کفالت کی جاتی اور طبی مدد دی جاتی

ہے۔ اس فنڈ میں درج ذیل لوگوں کی رقمیں شامل ہوتی ہیں۔

(۱) وہ جن کو بیمہ کرانے کی ضرورت ہوتی ہے

(۲) وہ جو بیمہ دار کو ملازم رکھتے ہیں۔

(۳) حکومت ۔ جس کے شریک ہونے کی کئی شکلیں ہیں :

(الف) نقد رقم دیتی

(ب) انتظامی امور کے اخراجات برداشت کرتی۔

(ج) طبی ضروریات کا بندوبست کرتی ہے۔

عام طور سے سماجی بیمہ کا نظام ملازمین کے لئے ہے لیکن مذکورہ بالا ملکوں میں اس کے تحت "سیلف ایمپلائڈ" "SELF EMPLOYED" (خود کاروبار کرنے والوں) کا بھی بیمہ کیا جاتا ہے جن کو ملازمین سے زائد تقریباً ڈیڑھ گنا رقم دینی پڑتی ہے البتہ سماجی تحفظات کی مذکورہ دونوں شکلوں میں صرف قلیل آمدنی والے ہی شامل ہوتے ہیں خواہ وہ ملازم ہوں یا خود کاروبار کرنے والے ہوں۔

مذکورہ تفصیلات سے بیمہ کے اغراض کی وضاحت

مذکورہ تفصیلات سے ظاہر ہے کہ بیمہ کی ایجاد و ابتداء عمومی حیثیت سے ان اغراض کے تحت ہوئی مثلاً

(۱) امداد باہمی

(۲) نقصان کی تلافی اور

(۳) دوسرے کی کفالت وغیرہ

ان اغراض کو حاصل کرنے کے لئے زمانۂ جاہلیت کی تنظیمات جن کو رسول اللہ نے باقی رکھا تھا

ان اغراض کو محدود پیمانہ پر حاصل کرنے کے لئے مختلف ناموں سے ہر دور میں چھوٹی بڑی اور اعلیٰ و ادنیٰ تنظیمیں وجود میں آتی رہی ہیں چنانچہ زمانہ جاہلیت میں خاندان و نسب کے علاوہ درج ذیل تنظیمیں رائج تھیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا تھا۔

(۱) عاقلہ

(۲) قسامہ

(۳) عقد موالاۃ

(۴) حلف

(۵) ولاء

(۶) عد وغیرہ

ہر ایک کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے:

عاقلہ — عاقلہ ایک تنظیم تھی جس میں خاندان وقبیلہ کے لوگ ملکر مشترکہ فنڈ قائم کرنے اور دیت (خون کی قیمت) کی ادائیگی میں قاتل کی مدد کرتے تھے

والعاقلۃ الذین یعقلون یعنی یؤدون العقل وھو الدیۃ[1] — عاقلہ وہ لوگ ہیں جو دیت (خون کی قیمت) ادا کرتے ہیں۔

اس تنظیم کا نمایاں تعلق اگرچہ دیت سے تھا لیکن دیگر نقصان کی تلافی کی بھی اس میں گنجائش تھی جیسا کہ عالمگیری میں ہے:

ان العبرۃ فی ھذا للتناصر وقیام البعض[2] — اس میں اعتبار باہمی امداد اور ایک دوسرے کو سہارا دینے کا ہے۔

سرخسیؒ کہتے ہیں کہ

کسی کو اطمینان نہیں ہوتا کہ وہ آزمائش میں مبتلا ہو کر دوسرے سے مدد نہ لے گا جب ایسی حالت ہے تو آزمائش کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرتے رہنا چاہئے[3]۔

---

[1] ہدایہ ج ۴ کتاب المعاقل

[2] فتاوی عالمگیری ج ۶ ص ۸۳

[3] المبسوط ج ۲۷ ص ۱۲۷